

## اردو میں متضاد الفاظ کا لسانیاتی، معنوی اور لغوی تجزیہ

### A Linguistic, Semantic, and Lexical Analysis of Antonymous Words in Urdu

#### Abstract:

This paper presents a comprehensive academic study of Urdu antonymy, a fundamental lexical-semantic opposition that plays a crucial role in the structure and meaning of Urdu. As one of the primary forms of lexical opposition, antonymy serves as an important mechanism for expressing distinctions and conveying a wide range of meanings. After situating antonymy within the theoretical framework of lexical semantics, the paper defines the concept and distinguishes it from related semantic relations such as hyponymy and polysemy. It then examines the significance of antonymy in three interrelated fields: linguistics, particularly semantic theory; language acquisition, where antonymic relations facilitate vocabulary and concept learning; and the philosophy of language, where they contribute to discussions of meaning, opposition, and categorisation. A major portion of the study is devoted to the classification of antonyms in Urdu. It analyses gradable antonyms, which represent opposite ends of a continuum and allow intermediate degrees (e.g., بڑا/چھوٹا, big/small); complementary antonyms, which denote mutually exclusive categories with no middle ground (e.g., مردہ/زندہ, dead/alive); relational antonyms, which express reciprocal relationships (e.g., استاد/شاگرد, teacher/student); reversive antonyms, which denote actions or processes that undo one another (e.g., آنا/جانا, come/go); and directional antonyms, which signify opposite orientations or movements (e.g., اوپر/نیچے, upward/downward). For each category, the paper provides theory-based definitions, identifies distinguishing semantic features, presents authentic examples from classical poetry, modern literature, and everyday speech, and examines the syntactic behaviour of antonyms in Urdu sentence structures.

**Keywords:** Urdu linguistics, Urdu antonyms, antonymy in Urdu, semantic opposition, thesaurus, lexical semantics, linguistic diversity, lexical relations, contrast sets.

زبان محض الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ اظہار کا ایک پیچیدہ اور با معنی نظام ہے۔ ہر لفظ اپنے پس منظر میں سماجی و تہذیبی ورثہ رکھتا ہے۔ زبان میں ایک بنیادی مسئلہ تضادِ معنی (Antonymy/Semantic Opposition) کی تفہیم کا ہے، یعنی یہ کیسے طے کیا جائے کہ کن مواقع پر دو الفاظ یا جملے ایک دوسرے کے ”متضاد“ ہوتے یا ہو سکتے ہیں۔

الفاظ کے معانی اور ان کی باہمی پیچیدہ نسبتوں کا مطالعہ لغوی معنیات (Lexical Semantics) کا بنیادی موضوع ہے۔ اس مضمون میں تضادِ معنی کے ایک جامع مطالعے کی بنیاد فراہم کرنے اور اس کی تعریف، اہمیت اور پس منظر کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ انگریزی زبان میں متضاد الفاظ پر مبنی باقاعدہ لغات تالیف کی جا چکی ہیں لیکن اردو زبان میں اس حوالے سے باقاعدہ طور پر صرف ایک اور وہ بھی ابتدائی نوعیت کا کام ہی نظر آتا ہے۔ اس تالیف کا نام لغاتِ تضاد<sup>۱</sup> ہے جس کے مؤلف ریاض احمد شریف ریاض صابر ہیں۔ اس کے علاوہ متضاد الفاظ کے حوالے سے اردو میں ہمیں جو تالیف اردو تھیسارس<sup>۲</sup> کے نام سے ملتی ہے اُسے رفیق خاور (۱۹۰۸ء-۱۹۹۰ء) نے تالیف کیا جس کی بنیاد روڈے تھیسارس [Roget's Thesaurus] پر رکھی گئی ہے۔ ان دونوں کتب کے مؤلفین نے اپنی تالیفات میں متضاد الفاظ کی توضیح اور اقسام وغیرہ کے حوالے سے کوئی گفتگو نہیں کی۔

### تضادِ معنی (Antonymy) کیا ہے؟

تضادِ معنی (Antonymy) کی تعریف متعین کرنے کے لیے بہت سی کوششیں کی گئی ہیں، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ توضیح کرتے وقت بیش تر ماہرین لسانیات نے وضاحت کے بجائے مثالوں کا سہارا لیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ تعریف کرنا، تجریدی فلسفیانہ عمل ہے، جب کہ مثالیں دینا، عملی اور آسان کام ہے۔ چنانچہ تضادِ معنی کو واضح کرنے کے لیے ”بوڑھا/ جوان“<sup>۳</sup>، ”چھوٹا/ بڑا“<sup>۴</sup>، ”کھلا/ بند“<sup>۵</sup>، ”اچھا/ بُرا“<sup>۶</sup> وغیرہ کی مثالیں پیش کر دی جاتی ہیں،۔ بایں ہمہ ہمیں تضادِ معنی کی بعض تعریفیں ملتی ہیں۔ جان لائی<sup>۷</sup> اور نزن (John Lyons-۱۹۳۲ء-۲۰۲۰ء) اس بارے میں لکھتے ہیں:

کلمات (lexemes) کے درمیان معنی کے تضاد کے لیے معیاری فی اصطلاح تضادِ معنی ہے۔<sup>۸</sup>

ہُو زوانگن (Hu Zhuanglin) نے اس بارے میں لکھا ہے:

تضادِ معنی دراصل معنی کے اُلٹ ہونے کے تعلق کا نام ہے۔<sup>۹</sup>

کروز (D. A. Cruse-۱۹۳۴ء-۲۰۲۰ء) نے اس حوالے سے تفصیلی بحث کی ہے:

(باہمی طور پر) تضاد رکھنے والی اشیاء اپنے اندر ایک انوکھی کشش رکھتی ہیں، اور ایسی خصوصیات ظاہر کرتی ہیں جو بظاہر

متضاد لگیں، مثال کے طور پر انٹ / متضاد چیزوں کا ایک دوسرے سے بہ یک وقت بہت قریب اور بہت دُور ہونا ہی دیکھ لیں۔ وجدانی طور پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ متضاد جوڑے کے معانی ایک دوسرے سے آخری حد تک الگ ہیں۔ درحقیقت، یہ تصور عام پایا جاتا ہے کہ متضاد اشیاء کو یک جا کرنے یا ان میں میل ملاپ پیدا کرنے کی طاقت ایک جادوی قوت ہے۔<sup>۹</sup>

تضادِ معنی عمومی طور پر دو الفاظ کے تقابلیں کی طرف اشارہ کرتا ہے اور بلاشبہ لغوی معنوی تعلق (lexical semantic relation) کی ایک عمدہ مثال ہے۔ ترادف (synonymy) کے برخلاف، اس بات پر علمائے لسانیات کا اتفاق ہے کہ الفاظ کے مابین تضادِ معنی واقعتاً موجود ہوتا ہے۔ البتہ یہ سوال اپنی جگہ الگ اہمیت کا حامل ہے کہ یہ معنوی تعلقات ذہن میں پہلے سے محفوظ ہوتے ہیں یا سیاق و سباق سے اخذ (derived) کیے جاتے ہیں۔

تضادِ معنی درحقیقت تقابلیں (Contrast) ہی کی ایک ذیلی قسم ہے۔ لسانیاتی نقطہ نظر سے، تقابلیں یا کنٹراسٹ سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی ”گروہ“ سے تعلق رکھنے والے الفاظ، معنی میں ایک دوسرے سے الگ ہوں تو وہ باہمی طور پر کنٹراسٹ کی خوبی کے حامل ہوں گے۔ مثال کے طور پر سرخ، نیلا اور سبز ایک کنٹراسٹ گروہ (رنگ) سے متعلق تو ہیں لیکن ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں لیکن سفید اور سیاہ ایک دوسرے سے کنٹراسٹ رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی ضد بھی ہیں۔ مزید یہ کہ تضادِ معنی، ترادف اور کنٹراسٹ میں کسی قسم کی درجہ بندی نہیں ہوتی یعنی درجے میں کوئی ”چھوٹا“ یا ”بڑا“ نہیں ہوتا؛ جیسا کہ آم اور پھل میں ایک طرح کی درجہ بندی ہے لیکن میٹھا، کڑوا یا اچھا اور بُرا میں کسی قسم کی لسانی درجہ بندی نہیں (تاہم اقداری اور فلسفیانہ سطح پر درجہ بندی ضرور موجود ہے)، جو تعلق ”میٹھے“ کا ”کڑوے“ سے ہے، لسانی اور معنوی اعتبار سے ویسا ہی تعلق ”کڑوا“ بغیر کسی درجہ بندی کے ”میٹھے“ سے رکھتا ہے۔ ”بلی“ ”جانور“ کی ایک قسم ہے لیکن ”جانور“ ”بلی“ کی قسم نہیں بلکہ خالص لسانیاتی تناظر میں بلی ذیلی اسمیت (hyponym) ہے جو کہ ”جانور“ بالادست لفظ (hypernym) کی ذیل میں آتی ہے۔ ان مثالوں کا مقصد یہ بات واضح کرنا ہے کہ تضادِ معنی ایسی درجہ بندی سے بالاتر ہے۔

متضاد الفاظ ہوں یا کنٹراسٹ گروہ (contrast sets)، ان کے لیے کنٹراسٹ کے تعلق کی تعریف وضع کرنا بظاہر آسان معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اصل بنیاد ”کنٹراسٹ“ ہی ہے۔ تاہم، ایسی تعریف مرتب کرنا اتنا سادہ بھی نہیں ہے، کیونکہ اس کے لیے یہ تعین کرنا ضروری ہے کہ متضاد الفاظ یا کنٹراسٹ گروہوں میں وہ کون سی امتیازی خصوصیات ہوتی ہیں جن میں ایک دوسرے کے برعکس یا متضاد ہونے سے یہ تعلق قائم ہوتا ہے۔ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ تضادِ معنوی (antonymy)، ترادف (synonymy) کی ضد ہے، تو مترادفات کے درمیان پائی جانے والی مماثلتیں (یعنی ان کے معانی)، متضادات کے درمیان پائی جانے والی عدم مماثلتیں (dissimilarities) ہونی چاہئیں۔ ایسی صورت میں ہم ”کنٹراسٹ کے تعلق“ کی ایک ایسی شکل وضع کر سکتے ہیں جو یہ بیان کرے کہ الفاظ کے درمیان

معنوی تقابل کا تعلق اُس وقت قائم ہوتا ہے جب ان میں معنی کے سوا تمام متعلقہ خصوصیات یکساں ہوں۔

جسٹسن (John Justeson) پ: ۱۹۷۸ء اور کسٹز (Slava M. Katz) ۱۹۳۲ء-۲۰۰۲ء نے تضادِ معنی کی تعریف کے مسئلے کو ایک ”لغوی تعلق“ (lexical relation) قرار دے کر حل کرنے کی کوشش کی ہے، جو ان کے بقول:

تصویرات کے بجائے الفاظ سے مخصوص ہے۔<sup>۲</sup>

وہ ”جسامت“ کے پیمانے کو بطور ثبوت پیش کرتے ہیں۔ چونکہ ان کی مثال انگریزی زبان کے حوالے سے ہے، اس لیے اسے بعینہ نقل کیے بغیر ان کا مفہوم ومدعا واضح نہیں ہو سکتا، وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگرچہ ”small“ اور ”little“ باہم مترادف ہیں اور اسی طرح ”big“ اور ”large“ بھی مترادف ہیں، لیکن انگریزی زبان بولنے والے اکثر افراد فطری طور پر اس بات سے آگاہ ہوں گے کہ تضاد کے زیادہ موزوں جوڑے ”large/small“ اور ”big/little“ ہیں، بجائے ”large/little“ اور ”big/small“ کے۔

معروف ماہر لسانیات ڈیوڈ کرسٹل (David Crystal) پ: ۱۹۳۱ء کی توضیح اس حوالے سے ”تضادِ معنی“ کی تعریف کو بہت وسعت دیتی ہے، ان کے بقول:

اپنے وسیع ترین مفہوم میں، یہ اصطلاح مجموعی طور پر معنوی تخالف (semantic oppositeness) کی تمام اقسام کے لیے استعمال ہوتی ہے۔<sup>۳</sup>

یہ دونوں تعریفیں معنوی معیارات کی عکاسی کرتی ہیں، درحقیقت تضادِ معنی کی تعریف اکثر و پیش تر محض ”معانی کی ضد“ یا ”معانی کی مخالفت“ کے طور پر ہی کی جاتی ہے۔ چنانچہ، جس طرح انفرادی متضاد جوڑے ایک پیمانے (scale) پر کام کرتے ہیں، بالکل اسی طرح تضادِ معنی کا مجموعی مظہر بھی ایک پیمانے پر عمل کرتا ہے۔ اس پیمانے کے ایک حصے پر موجود جوڑوں کو زبان بولنے والے فطری طور پر ”متضاد“ کے طور پر فوری پہچان لیتے ہیں (جیسے ٹھنڈا/گرم، چھوٹا/لبا، تنگ/کشادہ وغیرہ) جبکہ اس پیمانے میں اس کے دوسرے یا کم تر حصے میں موجود جوڑے اگرچہ کنٹراسٹ کی عکاسی تو کرتے ہیں اور انھیں ”متضاد“ کے طور پر لیا بھی جاسکتا ہے لیکن ان میں وہ مخصوص بات یا لکنک محسوس نہیں ہوتی۔

تھوڑی دیر کے لیے ”تیز رو“ اور ”سست رو“ کے جوڑے پر غور کیجیے۔ یہ الفاظ کے ایسے جوڑے ہیں جو ”رفتار“ کے پیمانے سے متعلق ہیں اور اسی طرح سے ”عاجل“ اور ”کمال“ میں بھی تعلق ”رفتار“ ہی کا ہے لیکن معنوی طور پر ایک ہی پیمانے سے متعلق ہونے کے باوجود اہل زبان کے ہاں ”عاجل یا سست رو“ اور ”تیز رو یا کمال“ بطور متضاد الفاظ کے جوڑوں کے نہیں آتے۔ بالفاظ دیگر ان

میں لغوی تعلق مستحکم نہیں۔ مختلف آرا کے باوجود یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ”تضادِ معنی“ کی کسی بھی تعریف کی بنیاد محض معنوی ہی نہیں بلکہ لغوی بھی ہونی چاہیے۔

متضاد الفاظ کا باہمی طور پر ”معنوی متخالف یا ضد“ ہونا تو لازم ہے ہی، لیکن ان کے درمیان ایک مضبوط اور مستحکم لغوی اور سماجی رواجی، تعلق کا ہونا بھی ناگزیر ہے۔ وہ لفظی جوڑے جو ان دونوں معیاروں پر پورا اترتے ہیں ”مثالی“ یا ”معیاری“ متضاد کہلائے جاسکتے ہیں۔ جب کہ وہ جوڑے جو پہلے معیار (معنوی متخالف) پر تو پورا اترتے ہوں مگر دوسرے (مستحکم لغوی تعلق) پر نہیں تو انھیں ”ذیلی“ یا ”غیر معیاری“ متضاد کہا جاسکتا ہے۔

درج بالا (مثالی، معیاری، ذیلی، غیر معیاری) اصطلاحات بنیادی طور پر ان جوڑوں کے لیے استعمال کی جاسکتی ہیں جو لغوی طور پر اہل زبان کے ہاں پہچانگی کی حد تک رائج ہو چکے ہیں، جیسا کہ سخت / نرم۔ جب ہم کسی حوالے سے ”سخت“ بولتے ہیں تو متضاد لفظ کے طور پر ہمارا دماغ لامحالہ ”نرم“ کی طرف جاتا ہے اور وہ جوڑے جو بولنے والوں کے ہاں اس طرح سے رائج یا پختہ نہیں ہیں مثلاً: پلک دار کا متضاد کیا ہے تو دماغ فوری طور پر ”سخت“ کو ”پلک دار“ کے متضاد کے طور پر قبول نہیں کرتا۔ فطری طور پر الفاظ کے کسی بھی جوڑے میں تضادِ معنوی جتنا زیادہ سمجھایا یا جاتا ہے، اُسے اتنی ہی زیادہ لسانیاتی توجہ حاصل ہوتی ہے۔

دستی لکچر

متضاد الفاظ کی مزید بحث سے قبل یہاں ساخت کے اعتبار سے متضاد الفاظ کی دو بنیادی اقسام کا ذکر کرنا ناگزیر ہے۔ ان میں ایک لغوی متضاد الفاظ (Lexical antonyms) اور دوسرے صرفی متضاد الفاظ (Morphological antonyms) ہیں۔ ابتدائی طور پر لغوی متضاد الفاظ اور ان کی اقسام پر گفتگو کی جائے گی، جب کہ آخر میں صرفی متضاد الفاظ کو زیر بحث لایا جائے گا۔

### متضاد لفظ (Antonym) کیا ہے؟

جینفر لیچ (Geoffrey Leech ۱۹۳۶ء-۲۰۱۴ء) کے مطابق متضاد، ”اُلٹ / متضاد معنی والے الفاظ“<sup>۱۲</sup> ہیں۔ یہ وہی تعریف ہے، جسے تھامس پائلز (Thomas Pyles ۱۹۰۵ء-۱۹۸۰ء) اور جان ایلیگو (John Algeo ۱۹۳۰ء-۲۰۱۹ء) پیش کر چکے ہیں۔ یعنی ”اُلٹ / متضاد مفہوم والا لفظ“<sup>۱۵</sup>۔ سی۔ جے سمٹھ (C. J. Smith ۱۸۰۴ء-۱۸۷۲ء) کے مطابق: ”وہ الفاظ جو ان میں سے ایک یا ایک سے زیادہ مفہایم کی نفی کریں، انھیں ”متضاد لفظ“ کا نام دیا جاتا ہے“<sup>۱۶</sup>۔

یہ تعریفات نہ صرف محض ابتدائی اور سرسری سی ہیں بلکہ بہت حد تک مبہم بھی ہیں۔ اول یہ کہ یہ ضد یا متخالف (oppositeness) کی نوعیت کو ٹھوس اور واضح طور پر بیان نہیں کرتیں۔ مثال کے طور پر ”گرم / سرد“<sup>۱۷</sup>، ”مردہ / زندہ“<sup>۱۸</sup> اور ”آقا /

غلام“<sup>۱۹</sup> جیسے متضاد جوڑے، اپنے تضاد کی نوعیت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ”گرم / سرد“ درجہ پذیر متضاد (gradable antonyms) ہیں، ”زندہ / مردہ“ تکمیلی متضاد (complementary antonyms) ہیں جب کہ ”آقا / غلام“ نسبتی متضاد (relational antonyms) ہیں (ان اقسام کے بارے میں بحث آگے آرہی ہے)۔ دوم یہ کہ یہ تعریفیں متضاد الفاظ کے درمیان فرق پر تو زیادہ زور دیتی ہیں لیکن ہر متضاد جوڑے کی قواعدی (grammatical) ساخت اور استعمال میں پائی جانے والی مماثلت کو نظر انداز کر دیتی ہیں۔ کسی ایک لفظ کے دوسرے کا متضاد ہونے کے لیے الفاظ کا ایک ہی جزو کلام (part of speech) سے ہونا لازمی ہے۔ اگر گرامر مختلف ہوگی، تو ان میں محض ”معنوی اختلاف“ تو ہو سکتا ہے لیکن دو الفاظ باہمی طور پر ”متضاد“ نہیں ہو سکتے۔ مزید برآں لوگ اکثر متضاد الفاظ کو محض تقابل اور تضاد کا تاثر پیدا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اُردو ادب میں ”بہار اور خزاں“<sup>۲۰</sup> یا بہار اور جاٹا / سردی کے جوڑے کثرت سے تقابلی انداز میں ملتے ہیں۔

Longman Dictionary of Applied Linguistics میں ”antonym“ کی توضیح، مندرجہ بالا تعریفوں سے مختلف نہیں: ”ایسا لفظ جو کسی دوسرے لفظ کے معنی کے بالکل برعکس یا الٹ مفہوم رکھتا ہو“<sup>۲۱</sup>۔ تاہم لغت نویس روز فرانسس ایگن (Rose Frances Egan-۱۸۸۳ء-۱۹۶۱ء) نے میریم ویبیسٹر (Merriam-Webster) کے دیباچے میں تضاد معنی کی نوعیت کو سمجھتے ہوئے اس کی ایک نہایت مناسب تعریف کی ہے، لکھتی ہیں:

متضاد ایک ایسا لفظ ہے جو دوسرے لفظ کے معنی کے اس قدر برعکس ہوتا ہے کہ یہ اپنی وسعت یا اطلاق کے دائرہ کار میں اس کے برابر ہوتا ہے، یعنی یہ اس (دوسرے لفظ) کے ہر ایک مفہوم کی نفی یا اسے کالعدم کر دیتا ہے۔<sup>۲۲</sup>

یہ تعریف واضح کرتی ہے کہ کون سی چیز دو الفاظ کو ایک دوسرے کا متضاد بناتی ہے۔ متضاد الفاظ کے جوڑے اپنی وسعت یا اطلاق کے دائرہ کار میں برابر ہوتے ہیں لیکن معنی میں ایک دوسرے کے الٹ ہوتے ہیں۔ وہ الفاظ جو معنی میں تو تضاد رکھتے ہوں مگر ضروری نہیں کہ وہ متضاد (antonym) بھی ہوں، کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ ان کی وسعت یا اطلاق کا دائرہ کار ایک دوسرے سے مختلف ہو۔ چنانچہ ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ تضاد کے بارے میں ایگن کی تعریف اوپر ذکر کیے گئے نظریات اور تعریفوں کے مقابلے میں، عملی صورتوں میں استعمال کے لیے زیادہ موزوں یا آسان ہو سکتی ہے۔

### متضاد الفاظ کی درجہ بندی

عمومی طور پر الفاظ کے مابین معنوی اعتبار سے تین طرح کے تعلقات پائے جاتے ہیں، یعنی: یکسانیت کا تعلق (sameness relation)، تضاد کا تعلق (oppositeness relation) اور شمولیت کا تعلق (inclusiveness relation)۔ الفاظ کے درمیان پائے

جانے والے تضاد کے تعلق کا نام ”تضادِ معنی“ (Antonymy) ہے۔ مزید برآں، اس کی تین اہم اقسام ہیں، یعنی: درجہ پذیر تضاد (gradable antonymy)، تکمیلی تضاد (complementary antonymy) اور باہمی الٹ یا عکسی تضاد (converse antonymy)۔ converse antonymy کو بعض ماہرین لسانیات نسبتی تضاد (relational antonymy) بھی کہتے ہیں۔ ان اقسام کی ایک آدھ ذیلی قسم بھی ہے جن کے بارے میں گفتگو اپنے مقام پر آئے گی۔

### درجہ پذیر تضاد (gradable antonymy)

متضاد الفاظ کی یہ سب سے عمومی قسم ہے، یہ وہ متضاد الفاظ ہوتے ہیں جن کے درمیان درجات (degrees) پائے جاتے ہیں اور ان میں سے اکثر و بیش تر کی قواعدی حیثیت، صفت کی ہوتی ہے۔ ان میں ”زیادہ / کم“ یا ”درمیانی“ حالت ممکن ہوتی ہے یعنی ان میں ”سب“ یا ”کچھ نہیں“ والی صورت حال نہیں ہوتی یا یوں کہہ لیں کہ ان کے درمیان ”درمیانی راستہ“ موجود ہوتا ہے۔

مثالیں:

- گرم / ٹھنڈا، سرد<sup>۲۳</sup>: (درمیان میں ”معتدل“ یا ”مُکُنْنا“ بھی ہو سکتا ہے)۔
- بڑا / چھوٹا<sup>۲۴</sup>: (درمیان میں ”درمیانہ“ بھی ہو سکتا ہے)۔
- تیز / آہستہ: (درمیان میں ”مناسب رفتار“ بھی ہو سکتی ہے)۔
- بچہ / بوڑھا: (درمیان میں ”جوان“ یا ”ادھیڑ عمر“ بھی ہو سکتا ہے)۔
- امیر / غریب<sup>۲۵</sup>: (درمیان میں ”سفید پوش“ یا ”متوسط“ بھی ہو سکتا ہے)۔
- اس زمرے کے متضاد الفاظ میں تین بنیادی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

### (۱) درجات کی موجودگی

ان کے درمیان ”سب“ یا ”کچھ نہیں“ کا معاملہ نہیں ہوتا، بلکہ ایک پورے پیمانہ (Scale) ہوتا ہے۔ ان دو انتہاؤں کے درمیان درمیانی الفاظ یا درجات موجود ہوتے ہیں اور ایک لفظ سے دوسرے لفظ تک ایک سے زیادہ سطحیں یا درجات بھی ہو سکتے ہیں یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان میں ”تضاد“ مطلق نہیں بلکہ درجہ پذیر ہوتا ہے۔

وضاحت: اگر کوئی چیز ”گرم“ نہیں ہے، تو ضروری نہیں کہ وہ ”ٹھنڈی“ ہو۔ وہ ”نیم گرم“ یا ”معتدل“ بھی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ ”بڑا“ اور ”چھوٹا“ کے درمیان ”درمیانہ“ موجود ہے۔

## (۲) موازنہ یا تقابلی صورت

ان الفاظ کی دوسری خصوصیت یہ کہ انھیں موازنہ کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ہم ان کے ساتھ ”زیادہ“ یا ”کم“ لگا کر دو چیزوں کا آپس میں تقابل کر سکتے ہیں۔

وضاحت: کوئی چیز ”زیادہ لمبی“ یا ”کم اونچی“ بھی ہو سکتی ہے، کیوں کہ لمبائی ایک ایسی صفت ہے جسے ناپا جاسکتا ہے اور موازنہ کیا جاسکتا ہے۔

مثالیں:

یہ کمرہ کافی ٹھنڈا ہے۔

احمد، علی سے زیادہ لمبا ہے۔

آج کا موسم کل سے کم گرم ہے۔

درج بالا مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ یہ الفاظ مقدار اور شدت میں تبدیلی قبول کرتے ہیں۔

## (۳) سیاق و سباق پر انحصار

ان الفاظ کے معنی مستقل نہیں ہوتے بلکہ حالات اور سیاق و سباق کے مطابق بدل سکتے ہیں لہذا ان کا کوئی قطعی معنوی معیار نہیں ہوتا۔

وضاحت: ایک ”چھوٹا“ ہاتھی بھی ایک ”بڑے“ چوہے سے بہت بڑا ہوتا ہے۔ دیکھیے یہاں ”چھوٹا“ اور ”بڑا“ اس جانور کی نوعیت کے حساب سے بدل گیا ہے۔

وہ لمبا نہیں ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ لازماً پست ہے، ممکن ہے وہ درمیانے قد کا ہو۔

پانی گرم نہیں ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ٹھنڈا ہے، ممکن ہے وہ نیم گرم ہو۔

یہی وہ خصوصیات ہیں جو ”درجہ پذیر متضاد“ کو ”تکمیلی متضاد“ سے ممتاز کرتی ہیں۔

## تکمیلی / مطلق تضاد (Complementary/Absolute antonymy)

تکمیلی متضاد الفاظ کی بھی تین بنیادی خصوصیات ہوتی ہیں: اول یہ کہ یہ کسی معنوی زمرے (semantic field) کو مکمل

طور پر تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ الفاظ کسی حقیقت کے معنوی زمرے کو دو حصوں میں بانٹ دیتے ہیں۔ اگر آپ ایک حصے میں نہیں ہیں تو لازمی طور پر دوسرے میں ہوں گے۔ مثلاً: کائنات میں جاندار یا تو زندہ ہیں یا مردہ، کوئی تیسرا گروہ نہیں ہے یعنی ان میں ”درمیانی حالت“ ممکن نہیں ہوتی۔ ان میں پائی جانے والی ”صفت“ کے درجات نہیں ہوتے بلکہ اگر ایک درست ہو گا تو دوسرا لازماً غلط۔ دوم یہ کہ اس قسم میں معیار یا حد قطعی اور مطلق ہوتی ہے۔ یعنی اس میں ”کم“ یا ”زیادہ“ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ازدواجی حیثیت کے معنوی زمرے میں دو بڑے خانے ہیں: شادی شدہ اور کنوارا؛ اور یہ الفاظ اس پورے زمرے کا صد فی صد احاطہ کر لیتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ وہ شادی شدہ نہیں ہے، تو وہ خود بخود ”کنوارے“ کے خانے میں چلا جاتا ہے۔ درمیان میں کوئی خالی جگہ نہیں بچتی اور کوئی شخص ”بہت زیادہ کنوارہ“ یا ”تھوڑا سا مردہ“ نہیں ہو سکتا جو کیفیت یا حالت بھی ہوگی قطعی ہوگی۔

سوم یہ کہ اس جوڑے کے دونوں ارکان کے لیے کوئی مشترک یا جامع اصطلاح (cover term) موجود نہیں ہوتی جس طرح درجہ پذیر متضاد الفاظ (جیسے گرم / ٹھنڈا) کے لیے ایک مشترک لفظ ”درجہ حرارت“ موجود ہے جس میں نیم گرم، معتدل، کُنکنا جیسے الفاظ بھی شامل ہیں لیکن تکمیلی متضادات (جیسے ز / مادہ) کے لیے کوئی ایسا ایک لفظ نہیں ہے جو متضاد الفاظ کے ”جوڑے“ کو ایک ساتھ سمیٹ لے۔

مثالیں:

مردہ / زندہ<sup>۲۶</sup>: کوئی بھی جاندار یا زندہ ہو گا یا مردہ، درمیان کی کوئی تیسری یا درجہ پذیر حالت نہیں۔

حاضر / غائب<sup>۲۷</sup>: محفل میں کوئی شخص یا موجود (حاضر) ہوتا ہے یا نہیں ہوتا (غائب)۔

سچ / جھوٹ<sup>۲۸</sup>: بات سچی ہوگی یا جھوٹی۔

پاس / فیل: امتحان کا نتیجہ یا تو کامیابی ہے یا ناکامی۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں ”تھوڑا سا پاس“ ہوں۔

شادی شدہ / کنوارا، کنواری<sup>۲۹</sup>: قانونی طور پر ایک شخص یا تو شادی شدہ ہوتا ہے یا کنوارا۔ ان کے درمیان کوئی ”نیم شادی

شدہ“ جیسی حالت یا ایسا کوئی درجہ نہیں ہوتا۔

معاصر لسانیاتی و ادبی فلسفے، بالخصوص ژاک دریدا (Jacques Derrida، ۱۹۳۰ء-۲۰۰۴ء) کے نظریہٴ رُؤتکھیل (Deconstruction)

نے تضاد کے اس روایتی اور ساختیاتی تصور کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔ ساختیات (Structuralism) اس مفروضے پر قائم ہے کہ زبان میں

معنی مستحکم (Stable) ہیں اور وہ باہمی متضاد جوڑوں (Binary Oppositions) کے ذریعے واضح ہوتے ہیں۔ لیکن ڈی کنسٹرکشن اس

معنوی استحکام کو چیلنج کرتی ہے اور معنی کو غیر مستحکم (Unstable) قرار دیتی ہے<sup>۳۰</sup>۔ لیکن دریدا کے ہاں یہ عدم استحکام محض اتفاقی نہیں

ہے بلکہ یہ زبان کے اپنی ساخت کے اندر موجود ”Différance“ (مغائرت اور اتوار) کی وجہ سے ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ مطلق یا تکمیلی تضاد کا اصول خالصتاً لغوی معنیات (Lexical Semantics) کے (لغوی) ضابطوں کے تحت کام کرتا ہے۔ مابعد ساختیاتی اور ردّ تشکیلی لسانیاتی فلسفے کی رو سے الفاظ کی معنوی سرحدیں جامد نہیں ہوتیں اور ادبی یا استعاراتی سیاق و سباق میں ان کے مابین تیسرے معنوی گروہ کا امکان پیدا کیا جاسکتا ہے (جیسے ”زمنہ لاش“ کا استعارہ)۔ تاہم، لغت نویسی اور بنیادی لسانی ابلاغ کے مروجہ نظام میں زبان ان اصولی اور منطقی خانوں (Binary Oppositions) کی محتاج رہتی ہے، جن کے بغیر لغوی نسبتوں کا تعین ممکن نہیں ہوتا۔

### گروہی / کثیر الجہتی متضاد الفاظ (Taxonomic / Multiple-opposition Antonyms)

یہ تضاد کی ایک ایسی قسم ہے جس کا ذکر ماہرین لسانیات الگ سے کرتے ہیں، کیونکہ یہ ”روایتی جوڑوں“ (Binary Pairs) کے بجائے ایک پورے نظام یا گروہ (System/Set) پر مبنی ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک تکمیلی جوڑے (جیسے: حاضر / غائب) میں ایک رکن کا ہونا دوسرے کی نفی کرتا ہے، بالکل اسی طرح ان گروہی الفاظ میں بھی ایک رکن کا وجود باقی تمام ارکان کی نفی کر دیتا ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ یہاں تقابل دو الفاظ کے درمیان نہیں بلکہ متعدد متقابل ارکان کے درمیان ہوتا ہے، اسی لیے اسے لسانیات میں ”غیر دوئی تکمیلی تضاد“ (Non-binary Complementaries) بھی کہا جاتا ہے۔ درحقیقت کلاسیکی معنوں میں یہ تضاد نہیں بلکہ ایک ہی معنوی زمرے کے باہمی متقابل ارکان ہیں۔ اس کی مثالیں ذیل میں دی جا رہی ہیں:

دن — شام — رات

بہار — گرمی — خزاں — سردی

پیر — منگل — بدھ — جمعرات — جمعہ — ہفتہ — اتوار

سرخ — نیلا — سبز — پیلا

### خصوصیات اور وضاحتی مثالیں

(۱) ایک وقت میں صرف ایک ہی رکن کی موجودگی (Mutual Exclusivity): اس نظام میں شامل تمام الفاظ ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں یعنی ایک زمرے میں ایک رکن کی موجودگی دیگر تمام صورتوں کو خود بخود باطل کر دیتی ہے۔

مثال: اگر آج ”پیر“ کا دن ہے، تو یہ لفظ اپنے پورے گروہ (منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اتوار) کی نفی کر دیتا ہے یعنی وہ دن منگل یا

بدھ نہیں ہو سکتا۔

(۲) ایک کی نفی سے دوسرے کا قطعی اثبات نہ ہونا: یہی خصوصیت اسے ”مطلق تضاد“ سے الگ کرتی ہے۔ مطلق تضاد میں

ایک کی نفی دوسرے کو لازم کر دیتی ہے، جب کہ یہاں ایسا نہیں ہوتا۔

مثال: اگر ہم کہیں کہ ”یہ کپڑا سرخ نہیں ہے“ تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ نیلا ہے، وہ سبز، پیلا یا کالا بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اگر موسم ”بہار“ کا نہیں ہے، تو ضروری نہیں کہ وہ ”خزاں“ کا ہو، وہ گرمی یا سردی بھی ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہار / خزاں یا صبح / شام کو مطلق تضاد کے خانوں میں نہیں رکھا جاسکتا، کیوں کہ یہ ارکان دو سے زائد متبادلات رکھنے والے ایک وسیع معنوی زمرے کا حصہ ہیں۔

(۳) درمیانی درجے کا نہ ہونا: درجہ پذیر متضاد (جیسے: گرم / ٹھنڈا) کے برعکس ان میں کوئی درمیانی حالت ناپنے کا پیمانہ نہیں

ہوتا۔

مثال: کوئی وقت یا تو ”دن“ ہو گا، یا ”شام“ ہو گی یا ”رات“۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ”آج تھوڑا سا منگھل ہے“۔ یہ تمام

ارکان اپنے اپنے وجود میں مستقل اور مطلق ہیں۔

### نسبتی تضاد (Relational antonymy)

ان الفاظ کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ یہ ایک دوسرے کے بغیر اپنا مفہوم مکمل نہیں کر سکتے۔ یہ ایک ہی تعلق کو دو متخالف زاویوں سے ظاہر کرتے ہیں۔ ایسے متضاد الفاظ کے جوڑوں میں جیسا کہ میاں / بیوی، لینا / دینا، استاد / شاگرد، خریدنا / بیچنا، اوپر / نیچے اور آجر / اجیر (ملازمت دینے والا / ملازم) سب ”نسبتی تضاد“ (Relational antonymy) کی مثالیں ہیں۔ اگر ایک فریق یا فعل موجود ہے، تو دوسرے فریق یا فعل کا ہونا لازمی ہے مثلاً ”الف“ اگر ”ب“ کا شوہر ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ ”ب“ لازمی طور پر ”الف“ کی بیوی ہے۔ ”الف“ اگر ”ب“ کا استاد ہے، تو اس کا لامحالہ مطلب یہ ہے کہ ”ب“ اس ”الف“ کا شاگرد ہے۔ بعینہ اگر کوئی چیز ”خریدی“ جا رہی ہے اور اسی وقت ”بیچی“ بھی جا رہی ہے۔ بعض ماہر لسانیات انھیں نسبتی تضاد کے بجائے عکسی متضادات (Converse opposites) کا نام بھی دیتے ہیں۔

روز فرانسس ایگن<sup>۳</sup> کے مطابق متضاد الفاظ ایسے لفظی جوڑے ہوتے ہیں جن کے درمیان اس قدر مضبوط باہمی ربط پایا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک لفظ کا استعمال دوسرے کے تصور کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ نسبتی متضاد الفاظ اور دیگر دو اقسام کے درمیان ایک نمایاں فرق موجود ہے، یعنی اس قسم کے متضاد جوڑے کے دونوں ارکان ایک دوسرے کے وجود کو لازم

قرار دیتے ہیں، مثلاً اگر کوئی خریدار موجود ہے تو لازماً کوئی فروخت کنندہ بھی ہو گا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ”وہ شوہر ہے“ بلکہ ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ ”وہ فلاں کا شوہر ہے“ کیوں کہ کوئی شخص اُس وقت تک شوہر نہیں ہو سکتا جب تک اُس کی بیوی موجود (زندہ) نہ ہو۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی والدین (ماں باپ) اس وقت تک والدین نہیں کہلائے جاسکتے جب تک اُن کی اولاد نہ ہو۔ اس قسم کے تعلق میں ”الف“ کا ذکر ”ب“ کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔

تاہم لفظ ”بچہ“ میں کچھ انفرادیت موجود ہے۔ اگر ”بچہ“ سے مراد والدین کا بیٹا یا بیٹی ہو، تو ”بچہ“ اور ”والدین“ ایک متضاد جوڑ بنتے ہیں۔ لیکن جب ”بچہ“ سے مراد اٹھارہ سال سے کم عمر کا کوئی فرد ہو، تو ”بچہ“ دراصل ”بالغ“ کا متضاد بن جاتا ہے۔ یہی معاملہ لفظ ”اُستاد“ کا بھی ہے۔ جب ”اُستاد“ سے مراد ایک پیشہ (occupation) ہو تو یہ ایک سادہ یا تنہا لفظ ہے۔ یہ لفظ صرف اسی صورت میں ”شاگرد“ کے ساتھ متضاد جوڑا بھی بناتا ہے جب اس سے مراد یہ ہو کہ کوئی شخص کسی خاص طالب علم کے لیے اُستاد ہے۔

یہاں پر متضاد الفاظ کی ایک ایسی قسم کا بھی ذکر لازمی ہے جسے چند ایک ماہر لسانیات ”نسبتی تضاد“ کی ذیلی قسم تصور کرتے ہیں لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ قسم ذیلی نہیں بلکہ اسے سمتی / معکوسی متضاد (Directional/ Reversive Antonyms) کہتے ہیں۔

### سمتی / معکوسی متضاد الفاظ

یہ تضاد کی ایک ایسی قسم ہے جس میں الفاظ کسی عمل یا حرکت کی ”اُلٹی سمت“ یا کسی تبدیلی کو واپس پہلی حالت میں لانے (Undoing) کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان کا ذکر الگ قسم کے طور پر کرنے کی دو بنیادی وجوہات ہیں:

#### (۱) معکوس عمل (حالت کی واپسی)

یہ ایسے الفاظ کے جوڑے ہوتے ہیں جہاں ایک لفظ کسی کام کو کرنے کو ظاہر کرتا ہے اور دوسرا اس کام کے اثر کو ختم کر کے اسے دوبارہ اصل حالت میں لے آتا ہے؛ جیسا کہ: باندھنا / کھولنا<sup>۳۲</sup>، بھرنا / خالی کرنا، تعمیر کرنا / مسمار کرنا، لگانا / اُتارنا وغیرہ۔

#### (۲) سمتی تضاد (رُخ کی تبدیلی)

یہ الفاظ کسی حرکت کی سمت کو ایک دوسرے کے متخالف دکھاتے ہیں جیسا کہ آنا / جانا<sup>۳۳</sup>، اوپر / نیچے<sup>۳۴</sup>، داخل / خارج<sup>۳۵</sup>، شمال / جنوب<sup>۳۶</sup> وغیرہ۔

## نسبتی تضاد اور سمتی تضاد بنیادی فرق

پیش تر لوگ ان دونوں میں موجود باریک فرق کو سمجھ نہیں پاتے۔ درج ذیل جدول میں اسے واضح کرنے کی کوشش کی گئی

ہے:

قسم	بنیادی فرق	مثال
نسبتی تضاد	یہ ایک ہی رشتے کو دو زاویوں سے دیکھتے ہیں	اُستاد/شاگرد (دونوں ایک وقت میں موجود ہیں)
معاکسی تضاد	یہ ایک عمل کو الٹ کر دوبارہ پہلی حالت پر لاتے ہیں	بند کرنا/کھولنا (دروازہ یا بند ہو گا یا کھلے گا)

یہ جوڑے بالخصوص ”انفعال“ کی صورت میں زیادہ پائے جاتے ہیں، کیوں کہ بہت سے اعمال کا قدرتی طور پر ایک متقابل یا الٹ ”ہم مرتبہ عمل“ موجود ہوتا ہے۔

### طباق ذاتی (Contronym)

قبل اس کے کہ ”کنٹرونیم“ (Contronym) کے بارے میں گفتگو کی جائے، یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ لسانیاتی اصطلاحات میں ”کنٹرونیم“ جیسے الفاظ کے لیے ماہرین لسانیات کے درمیان اصطلاحی اتفاق رائے (terminological consensus) نہیں پایا جاتا۔ انگریزی میں بھی اس اصطلاح کے نام کے حوالے سے بہت بحث موجود ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ انگریزی زبان میں معنوی تقابل (sense opposition) کی اس باریک سطح کو اب تک لسانیات میں ایک سائنسی موضوع کے طور پر بہت کم پذیرائی ملی ہے۔ تاہم، حالیہ برسوں میں اس رجحان کو ظاہر کرنے کے لیے متعدد اصطلاحات تجویز کی گئی ہیں، جو کہ اب باقاعدگی سے انٹرنیٹ پر دیکھنے کو ملتی ہیں انھی میں سے ایک قدرے معروف اصطلاح ”کنٹرونیم“ (Contronym) بھی ہے۔

دورانِ تحقیق مختلف مستند ویب سائٹس<sup>۳۷</sup> دیکھ کر یہ بات سامنے آئی کہ ”کنٹرونیمی“ (contronymy) کے تصور کو ظاہر کرنے کے لیے متنوع اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں، جن میں ”کنٹرونیم“ (contronym)، ”انٹیگونیسم“ (antagonym)، ”انٹیولوجی“ (antilogy) یا ”آٹو اینٹونیسم“ (autoantonym) شامل ہیں۔ ”کنٹرونیم“ کے دیگر ہم معنی الفاظ میں ”ایمفی بولس ورڈ“ (amphibolous word)، ”اینٹینڈرومک ورڈ“ (enantiodromic word)، ”اینٹینڈروم“ (enantiodrome)، ”اینٹینڈرومک روینیمی“ (enantiodronymy)، ”فیننس سٹر“ (fence-sitter)، ”جینس ورڈ“ (Janus word)، ”اپوزونیسم“ (opposonym)، ”سیوڈو اپوزٹ“ (pseudo-opposite)، ”سیلف اینٹونیسم“ (self-antonym) اور ”سیلف کنٹراڈکٹنگ ورڈ“ (self-contradicting word) بھی شامل ہیں۔ تاہم ماہرین لسانیات ان میں سے کسی ایک اصطلاح پر متفق نہیں۔

اُردو میں ایسے الفاظ جن کے اندر خود اپنے معنی کا تضاد پایا جاتا ہے، اس لسانی مظہر پر اب تک بہت کم کام ہوا ہے۔ اُردو میں بھی اس نوع کے الفاظ کے لیے کوئی جامع یا معیاری اصطلاح مستعمل نہیں۔ بعض جگہ اس مفہوم کے قریب تر تعبیرات مثلاً ”لغاتِ تضاد“<sup>۳۸</sup> (جابر علی سید-۱۹۲۳ء-۱۹۹۷ء) میں استعمال کی گئی ہیں:

لاطینی، عربی اور فارسی جیسی کلاسیکی زبانوں میں بعض الفاظ ایسے ملتے ہیں جو کہ بہ یک وقت متضاد معنی دیتے ہیں۔ لاطینی کا Altus، عربی کا مولد اور فارسی کا فراز اسی نوع کے الفاظ ہیں۔ علم اللغات میں ایسے الفاظ کو لغاتِ تضاد کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے۔<sup>۳۹</sup>

اپنے مضمون میں اسی حوالے سے جابر علی سید مزید لکھتے ہیں:

... در فراز کردن کھولنے اور بند کرنے، ترقی پذیر اور مقامی بولیوں میں یہ صورت ابھی ناپید ہے لیکن مزید تحقیق اس سلسلے میں مفید ثابت ہو سکتی ہے۔<sup>۴۰</sup>

جابر علی سید کی تحریر سے یہی تاثر ملتا ہے کہ ترقی پذیر زبانوں جیسا کہ اُردو میں ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ مزید یہ کہ مضمون نگار کا محض یہ کہہ دینا کہ ”لغاتِ تضاد کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے“، اس اصطلاح کو معیاری قرار دینے کے لیے کافی نہیں۔ جابر علی سید کے علاوہ محمد اقبال سلمان نے اپنے ایک مضمون ”لغاتِ الاضداد“<sup>۴۱</sup> میں ایسے الفاظ کے لیے جابر علی سید کی اصطلاح سے ملتی جلتی ترکیب استعمال کی ہے۔ فاضل مضمون نگار لکھتے ہیں:

الفاظ کی ایک اور قسم بھی ہے، جسے ”لغاتِ تضاد“ کہتے ہیں، یعنی، وہ الفاظ جو متضاد معنی دیتے ہوں۔ ایسے الفاظ اگرچہ تعداد میں بہت کم ہیں۔<sup>۴۲</sup>

زیر نظر مقالے میں ”لغاتِ تضاد“ یا ”لغاتِ تضاد“ جیسی اصطلاحات سے احتراز برتنے کی چند ٹھوس وجوہات کار فرما ہیں۔ اُردو زبان کے عصری تناظر میں لفظ ”لغت“، ”ڈکشنری“ (Dictionary) کے مفہوم میں اس قدر راسخ ہو چکا ہے کہ اس کے لغوی معنی (بطور لفظ) تقریباً متروک ہو چکے ہیں۔ چنانچہ ان تراکیب کے استعمال سے قاری کا ذہن فی الفور کسی ایسی فرہنگ یا لغوی تالیف کی جانب منتقل ہو جاتا ہے جس میں متضاد الفاظ جمع کیے گئے ہوں، جس کی واضح مثال ریاض احمد شریف ریاض صابر کی تالیف لغاتِ تضاد<sup>۴۳</sup> ہے۔ مزید برآں، سابقہ محققین اور مضمون نگاروں نے اس ضمن میں جو آرا پیش کی ہیں، وہ عمومی طور پر حوالہ جات اور اسناد کے بغیر ہیں۔ اس علمی خلا کو پُر کرنے کے لیے دورانِ تحقیق مندرجہ ذیل اصطلاحات کو بھی تقابلی مطالعے کے لیے پیش نظر رکھا گیا جن میں ”متضاد المعنی“، ”دو متضاد معنی“، ”الٹ معنوی لفظ“، ”ضد المعنی“، ”متناقض المعنی“، ”لفظ ذو الضدین“، ”تضاد ذاتی“ شامل ہیں۔ اسی

تناظر میں اس مضمون میں اردو کے لیے ایک اصطلاح ”طباق ذاتی“ تجویز کی گئی ہے جو اس مظہر کی معنوی ماہیت یعنی ایک ہی لفظ میں متضاد معنی کا اجتماع—کو نہایت جامع طور پر ادا کرتی ہے۔ یہ اصطلاح بلاغت کے کلاسیکی تصورات، بالخصوص طباق (antithesis) اور ذات (selfhood) سے معنوی ربط رکھتی ہے، اس لیے اسے محض مترادف اصطلاح نہیں بلکہ ایک اصطلاحی توسیع (terminological extension) سمجھنا چاہیے جو اردو لسانیات کی داخلی ساخت سے مطابقت رکھتی ہے۔

دیگر علوم کی طرح لسانیات میں بھی نئی اصطلاحات کی وضع دراصل تحقیقی ضرورت کا فطری نتیجہ ہوتی ہے۔ جب کسی زبان میں کسی مخصوص مظہر کے لیے موزوں یا مروج اصطلاح دستیاب نہ ہو تو اس زبان کے فکری و لسانی نظام سے ہم آہنگ اصطلاح وضع کر لی جاتی ہے، یہی عمل لغت نویسی، لسانیات، علم بیان اور علم معنی کی تاریخ میں بارہا وقوع پذیر ہوا ہے۔ اردو لسانیات کی کتب و فرہنگوں کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مخصوص نوعیت کے الفاظ کے لیے کوئی باقاعدہ اور متفقہ اصطلاح رائج نہیں ہے۔ اردو لغات اور لسانیاتی متون میں اگرچہ متضاد الفاظ، تضاد معنی اور معنوی تقابل جیسے تصورات پر گفتگو ملتی ہے، لیکن ایسے الفاظ کے لیے کوئی الگ اصطلاح شاذ ہی ملتی ہے جن میں تضاد ایک ہی لفظ کے مختلف استعمالات میں ظاہر ہوتا ہو۔ اردو میں بھی لسانیات کی متعدد اصطلاحات ماہرین زبان و بیان نے تحقیقی ضرورت کے تحت وضع کی ہیں۔ ترقی اردو بیورو نئی دہلی سے شائع شدہ فرہنگ اصطلاحات (انگریزی-اردو) لسانیات میں لسانیات کی ایک بنیادی اصطلاح ”morph“ کے لیے اردو میں ”مارف / صرفی شکل“<sup>۳۳</sup> کی اصطلاح درج کی گئی ہے، جب کہ کشاف اصطلاحات لسانیات میں جسے مقتدرہ قومی زبان (پاکستان) نے شائع کیا اسی اصطلاح کے لیے ”صرفیہ“<sup>۳۴</sup> کا لفظ تجویز کیا گیا ہے۔ فرہنگ اصطلاحات (انگریزی-اردو) لسانیات میں لسانیات کی ایک اور بنیادی اصطلاح ”morpheme“ کے لیے اردو میں ”مارفیم / صرفیہ / تھمیلیہ“<sup>۳۵</sup> جب کہ اسی اصطلاح کے لیے کشاف اصطلاحات لسانیات میں محض ”صرفیہ“<sup>۳۶</sup> درج ہے۔

”طباق ذاتی“ کی اصطلاح وضع کرنے کا مقصد کسی انگریزی اصطلاح کا محض ترجمہ نہیں بلکہ ایک ایسے معنوی مظہر کی لسانی تعبیر پیش کرنا ہے جو اردو زبان کی بیانیاتی روایت اور معنوی ساخت سے ہم آہنگ ہو۔ اس نوع کی ”اصطلاحی توسیع“ نہ صرف زبان اردو کی علمی خود مختاری کو ظاہر کرتی ہے بلکہ اس کے لسانی ذخیرے کی وسعت اور تخلیقی لچک کی علامت بھی ہے۔ جہاں تک اس مخصوص اصطلاح سے اختلاف رائے کا تعلق ہے، تو لسانیاتی تناظر میں اس کی تفہیم اور نقد و نظر کی گنجائش ہنوز موجود ہے بہر حال یہ عارضی یا مجوزہ اصطلاح (proposed term) کے طور پر پیش کی جا رہی ہے اور اس کو آئندہ تحقیق میں تنقیدی جائزے کے بعد قبول یا رد کیا جاسکتا ہے۔ اہل لغت اور ماہرین لسانیات کے لیے یہ علمی بحث نہ صرف دعوتِ فکر دیتی ہے بلکہ تحقیق کے نئے باب وا کرتی ہے۔ بقول شاعر:

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے<sup>۳۸</sup>

ابھی تک طباقِ ذاتی پر اس حوالے سے بہت کم تحقیق کی گئی ہے کہ ایک ہی لفظ کے دو متضاد معنوں کے درمیان کس طرح فرق یا امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ اس حوالے سے میں نے جب انگریزی لغات سے رجوع کیا تو کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ Collins Webster's Dictionary of COBUILD Advanced Learner's English Dictionary<sup>۵۹</sup> اور انگریزی سے اردو لغات میں قومی Language<sup>۶۰</sup> کے علاوہ The New Oxford Shorter English Dictionary<sup>۶۱</sup> اور انگریزی سے اردو لغات میں قومی انگریزی اردو لغت<sup>۶۲</sup> میں لفظ "Conronym" کا اندراج ہی نہیں ہے۔ آن لائن لغات میں اوکسفرڈ کی آن لائن ڈکشنری میں اس لفظ کی وضاحت کچھ یوں ملی:

ایسا لفظ جس کے دو ایک دوسرے کے بالکل متضاد یا متخالف معنی ہوں۔<sup>۶۳</sup>

اسی طرح Merriam-webster کی بھی آن لائن ڈکشنری میں اس لفظ کی وضاحت کچھ اس طرح سے درج ہے:

ایسا لفظ جس کے دو معنی آپس میں ایک دوسرے کی نفی کرتے ہوں یا باہم متضاد ہوں۔<sup>۶۴</sup>

عمومی لغات میں اس قسم کے الفاظ کا باقاعدہ اندراج نہ ہونے کے باوجود یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ صفتی قطبیت (adjectival polarity) رکھنے والے الفاظ کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ درحقیقت کثیر معنی الفاظ<sup>۶۵</sup> (polysemous words) کے ضمن میں، خواہ وہ طباقِ ذاتی ہوں یا دیگر اقسام کے الفاظ، کی طرف کسی نہ کسی حد تک توجہ ضرور دی گئی ہے۔ لسانیاتی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس نوعیت کے الفاظ دراصل کثیر معنویت (polysemy) کی ایک خاص صورت کی نمائندگی کرتے ہیں، جس میں ایک ہی لفظ مختلف سیاق و سباق میں ایسے مفاہیم اختیار کر لیتا ہے جو بظاہر ایک دوسرے کے برعکس معلوم ہوتے ہیں۔ اس طرح معنوی تضاد جو عموماً دو مختلف الفاظ کے درمیان ظاہر ہوتا ہے، یہاں ایک ہی لفظ کی داخلی معنوی ساخت کا حصہ بن جاتا ہے۔

اردو زبان میں "طباقِ ذاتی" کی واضح مثالیں تلاش کرنا آسان نہیں، بلکہ کسی حد تک مشکل اور محنت طلب کام ہے۔ اس کے باوجود میں نے مختلف لغات اور متون کی جستجو کے بعد چند ایسے الفاظ اور مرکبات تلاش کیے ہیں جنہیں اس زمرے میں رکھا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر لفظ "کل" کو ہی لے لیجیے اس کے معنی اردو لغت<sup>۶۶</sup> میں کچھ یوں درج ہیں:

(i) گزراہو ادن، آج سے پہلے کا دن، امس۔<sup>۶۷</sup>

مذکورہ بالا معنی ماضی کا پتہ دے رہے ہیں اور ماضی کا متضاد لفظ مستقبل ہے، اسی لفظ کے معنی اردو لغت (تاریخی اصول پی) میں یوں بھی درج ہیں:

(ii) آج کے بعد کا دن، اگلا دن جو آنے والا ہے... (مستقبل قریب میں) زمانہ قریب میں۔<sup>۵۷</sup>

یوں لفظ ”کل“ بہ یک وقت ماضی اور مستقبل جو کہ باہمی طور پر متضاد ہیں، کا معنی دیتا ہے، دو متضاد معنوں میں سے یہ جملے میں کون سا معنی دے رہا ہے اس کا فیصلہ سیاق سے ہوتا ہے۔

کر امان (Karaman) کے مطابق:

طباق ذاتیت (Contronymy) کثیر معنویت (polysemy) کی ایک ایسی صورت ہے جسے بہت تکلیکی سطح پر "معنوی تضاد" کے طور پر بیان کیا جاسکتا ہے۔ یہ صورت حال اس وقت وقوع پذیر ہوتی ہے جب ایک ہی لفظ کے کم از کم دو معنی ایک دوسرے کی ضد ہوں یا آپس میں متضاد ہوں۔<sup>۵۸</sup>

ایک مثال فعل ”اعتراض اٹھانا“ کی صورت میں ”معلو سیت“ (reversivity) پر مبنی ایک طباق ذاتی ہے، جسے دو ایک دوسرے کے الٹ یا متضاد معنوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

تاہم، یہاں بیان کردہ معلو سیت پر مبنی کثیر معنویت فطری طور پر بالکل واضح ہے؛ اور اس تصور پر مبنی ہے کہ کوئی عمل دو سمتیں رکھتا ہے اور جو دو متضاد انتہاؤں پر محیط ہوتا ہے۔<sup>۵۹</sup>

”اعتراض اٹھانا“ کی اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں ایک توضیح کچھ اس طرح سے درج ہے:

(۱) نکتہ چینی کرنا، حرف گیری کرنا جیسے: جب یہ مسئلہ ایک بار طے ہو چکا ہے تو پھر اعتراض اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔<sup>۶۰</sup>

جب کہ ”اعتراض اٹھانا“ ہی کے دوسرے بلکہ متضاد معنی بھی کچھ یوں دیے گئے ہیں:

(۲) نکتہ چینی یا گرفت کا مدلل جواب دینا، اعتراض رد کرنا۔<sup>۶۱</sup>

جیسا کہ ان معنوں سے بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ”اعتراض اٹھانا“، ”اعتراض کرنے“ اور ”اعتراض رفع کرنے“ دونوں معنوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس فعل مرکب ”اعتراض اٹھانا“ کے دونوں معنی درحقیقت ایک دوسرے کی ”لفظی“ کر رہے ہیں۔

ایک اور دل چسپ مثال فعل ”بکسنا (ب + گس + نا)“ کی ہے۔ اسے ایسے فعل کے طور پر لیا جاسکتا ہے جس کے دو الٹ مطلب نکلتے ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بالکل بھی میل نہیں کھاتے۔

کارامان کے مطابق:

اس زمرے میں ایسے الفاظ آتے ہیں جو ایسی چیزوں کے لیے استعمال ہوں جن کے کام ایک دوسرے کے بالکل الٹ ہوں۔ چنانچہ یہ فعل ایک ایسی چیز کے لیے بھی استعمال ہو سکتا ہے جو دیکھنے والے کو کوئی منظر دکھانے میں مدد دے۔<sup>۶۲</sup>

”بکستا“ کے اُردو لغت (تاریخی اصول پر) میں معنی کچھ یوں دیے گئے ہیں:

(۱) کھلنا، کھلنا، شگفتہ ہونا۔<sup>۶۳</sup>

اور ان معنوں کی سند میں درج ذیل اشعار درج ہیں:

باغ میں تو کبھو جو ہنتا ہے  
غنچہ دل مرا بکستا ہے<sup>۶۴</sup>

(دیوان زادۂ حاتم)

خالی شگفتگی سے جراحت نہیں کوئی  
ہر زخم یاں ہے جیسے کلی ہو بکس رہی<sup>۶۵</sup>

(میر)

کب چھیڑ سے صبا کی کلیاں بکس رہی ہیں  
چوٹیں ابھر رہی ہیں سن کر صدائے بلبل<sup>۶۶</sup>

(یتیمو موہانی)

”بکستا“ ہی کے اُردو لغت (تاریخی اصول پر) میں معنی درج بالا معنوں کے بالکل الٹ یا متضاد بھی دیے گئے ہیں:

(۲) مر جھانا۔ کھلانا۔ پڑمردہ ہونا۔<sup>۶۷</sup>

ان معنوں کی درج ذیل اسناد دی گئی ہیں:

کلیجہ پکڑ ماں تو بس رہ گئی  
کلی کی طرح سے بکس رہ گئی<sup>۶۸</sup>

(سحر البیان، میر حسن)

سچ کہنا بواشام سرن اس بچی کو کیا ہوا تھا، ہائے میرے اللہ گھڑی بھر میں بکس کر رہ گئی ہے۔

<sup>۶۹</sup> (فراق دہلوی، ناصر نذیر، مضامین)

اسی تناظر میں ایک اور لفظ ”اگلا“ دیکھتے ہیں جو اپنے اندر ”طباقِ ذاتی“ کی خوبی لیے ہوئے ہے۔ لفظ ”اگلا“ کے معنی اُردو لغت (تاریخی اصول پر) میں معنی کچھ یوں دیے گئے ہیں:

(۳) (الف، صف، مذ) آئندہ، آنے والا (خصوصاً زمانہ، سال وغیرہ کے لیے)۔<sup>۴۰</sup>

ان معنوں کے لیے درج ذیل سند دی گئی ہے:

زندگی ہے تو خزاں کے بھی گزر جائیں گے دن  
فصل گل جیتوں کو پھر اگلے برس آتی ہے<sup>۴۱</sup>  
(میر حسن، د، ۱۳۳)

نیز اسی لفظ کے بالکل اُلٹ یا متضاد معنی بھی یوں درج ہیں:

(۴) گزشتہ، گزرا ہوا، پہلے کا، قدیم، پرانے زمانے کا<sup>۴۲</sup>

ان معنوں کی نثری سندیوں درج ہے:

شہر ہمتنا پور گزگا کے کنارے پر اگلے زمانے میں تخت گاہ ہندوستان کے بادشاہ کا تھا۔<sup>۴۳</sup>

جب کہ شاعری کی سند کچھ اس طرح سے دی گئی ہے:

اگلے مشاعروں میں نہ آئے حضور آپ  
اس بزم میں تو آئیے اب کے ضرور آپ<sup>۴۴</sup>  
بزمِ آخر (دیباچہ)

لفظ ”لاگ“ بھی ”طباقِ ذاتی“ کے زمرے میں آتا ہے۔ فرہنگِ آصفیہ میں اس کے معنی کچھ اس طرح سے درج ہیں:

لاگ (۵) اسم مؤنث۔ (۱) تعلق، لگاؤ، ربط، لگاؤٹ.....<sup>۴۵</sup>

اس کی اسناد ناخ، مرزا بیگ مچھو عاشق اور میر کے اشعار سے دی گئی ہیں۔

اے رو سیہ رقیب تو ڈر میری آہ سے  
بجلی کو لاگ ہوتی ہے رنگِ سیاہ سے<sup>۴۶</sup>  
(ناخ)

ایک تو ڈریو بہت سی آگ سے

خوف کیجو اُس کی اندک لاگ سے“

(رنگیں)

معلوم ہے تجھو لاگ دل کی

بھڑکی ہوئی ہے پھر آگ دل کی<sup>۸</sup>

(مُجو عاشق)

یہ جانوں ہوں کہ دل کو ہے اُس رو و مو سے لاگ

کیا جانوں پیش آوے ہے اب صبح و شام کیا<sup>۹</sup>

(میر)

مولف فرہنگ آصفیہ مزید معنی اور اسناد درج کرنے کے بعد اس کے یہ معنی بھی بیان کرتے ہیں:

(۵) عداوت، بیر، دشمنی، بغض، کینہ۔ کپٹ.....<sup>۸۰</sup>

ان معنوں کی اسناد کے لیے فاضل مولف میر، مومن اور مصحفی کے اشعار لائے ہیں۔

تھی لاگ اس کی تیغ کو ہم سے سو عشق نے

دونوں کو معرکے میں گلے ملا دیا<sup>۸۱</sup>

(میر)

میں کینے سے بھی خوش ہوں کہ سب یہ تو کہتے ہیں

اُس فتنہ گر کو لاگ ہے اس بتلا کے ساتھ<sup>۸۲</sup>

(مومن)

مصحفی سے تجھے کیا لاگ ہے چل جانے دے

اتنا درپے نہیں ہوتا ہے کوئی انساں کے<sup>۸۳</sup>

(مصحفی)

اردو کا ایک محاورہ ”جنت پھرنا“ ہے۔ اس کے معنوں کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں اس میں بھی ”طباقِ ذاتی“ کی خوبی ملتی ہے، اردو

لغت (تاریخی اصول پر) میں اس کے ایک معنی کچھ اس طرح سے درج ہیں:

(۱) قسمت کا ناموافق ہونا، ناکامی ہونا۔<sup>۸۴</sup>

”بخت پھرنا“ کے ان معنوں کی اسناد کچھ یوں درج کی گئی ہیں:

سپاہ تیرا جھکڑے میں ماریا گیا  
بخت تیرے جنگ آوراں [کذا] کا پھریا<sup>۸۵</sup>  
(خاورنامہ)

پٹ پڑی شمشیر قاتل مڑ گئی خنجر کی باڑھ  
پھر گئے بخت اپنے برگشتہ مقدر ہو گیا<sup>۸۶</sup>  
(دیوان اسیر)

درج بالا معنوں کے بالکل الٹ معنی کچھ یوں درج ہیں:

(۲) قسمت موافق ہونا، کامیاب ہونا۔<sup>۸۷</sup>

ان معنوں کی سند کے لیے درج ذیل شعر دیا گیا ہے:

رُت پھری، بخت پھرے، فصل بہاری پلٹی  
حج آخر سے محمد ﷺ کی سواری پلٹی  
(شیم، ریاض شیم)<sup>۸۸</sup>

”طباقِ ذاتی“ کے حوالے سے اردو زبان کا ایک اور محاورہ دیکھتے ہیں ”آنکھوں میں چھٹنا“ جس کے معنی اردو لغت (تاریخی

أصول پر) میں کچھ یوں ہیں:

(۱) پسند آنا، آنکھوں کو بھلا لگنا.....<sup>۸۹</sup>

ان معنوں کی اسناد کے طور پر دو اشعار درج کیے گئے ہیں:

چھا ہے جب سے وہ آنکھوں میں اشک بار ہوں میں  
وہ دل میں درد ہے اوٹھا [اٹھا] کہ بیقرار ہوں میں<sup>۹۰</sup>  
(ریاض البحر)

پیراہن شبر سے مشابہ جو ملا رنگ  
آنکھوں میں چھا جاتا ہے پھولوں کا ہر رنگ<sup>۹۱</sup>  
(برجیس، مرثیہ)

”آنکھوں میں چھنا“ کے مذکورہ بالا معنوں کے اُلٹ معنی کچھ یوں درج ہیں:

(۲) ناگوار ہونا، کھلنا۔<sup>۹۲</sup>

ان معنوں کی نشری سند کچھ اس طرح سے درج کی گئی ہے:

ہنر مندوں کے ہنر ان کی آنکھوں میں چھتے ہیں اور خواہ مخواہ عیب لگا کر ان کی تصنیفوں کو خراب کرتے ہیں۔

(نیرنگ خیال، آزاد، ۸۲) <sup>۹۳</sup>

ان معنوں کی سند درج ذیل شعر کی صورت میں دی گئی ہے:

مڑگاں کے خار چھتے ہیں آنکھوں میں رات دن  
کیا دخل ہجر یار میں آئے تو پائے نیند  
حبیب (نورالغلت) <sup>۹۴</sup>

”طباقِ ذاتی“ کی تلاش میں مختلف لغات و فرہنگوں کی چھان پھٹک کے دوران میں منشی سبحان بخش کی محاوراتِ ہند میں ایک کہاوٹ ملی جس کے درج کیے گئے معنی ”طباقِ ذاتی“ کی خصوصیت لیے ہوئے ہیں، کہاوٹ کچھ یوں ہے:

دانانِ فرنگ، احقانِ ہند <sup>۹۵</sup>

اور اس کے معنی یہ درج کیے گئے ہیں:

فرنگستان کے دانا، ہندوستان کے احمق مشہور ہیں۔ اور بعضے طرفاً یہ معنی کہتے ہیں، دانایانِ فرنگ احقانِ ہند کے برابر ہیں۔ <sup>۹۶</sup>

اس حوالے سے رؤف پارکچہ نے کیا عمدہ جملہ لکھا ہے:

ذہین مگر ستم ظریف لوگوں نے کہاوٹ کے معنی ہی بدل دیے بلکہ اس کو اُلٹ کر ان ہی کے سر پر دے مارا اور اس کا مطلب یہ کر دیا کہ فرنگستان کا عقلمند سے عقلمند آدمی بھی ہند کے احمق ترین کے برابر ہونا مشکل ہے۔  
چہ جائے کہ عام فرنگی یہاں کے عام ملکی سے بازی لے جاسکے۔ <sup>۹۷</sup>

راقم نے اپنی بساط بھر کوشش اور مستند لغات کی ورق گردانی کے بعد اردو زبان سے ”طباقِ ذاتی“ کی چند مثالیں اخذ کر کے پیش کی ہیں۔ تاہم، اگر اس تلاش کے دائرے کو مزید وسعت دی جائے تو یہ قوی امکان موجود ہے کہ اردو کالسانی ذخیرہ اپنے وسیع

دامن میں اس نوع کی متعدد نادر مثالیں لیے ہوئے ہو گا جن کی بازیافت ابھی باقی ہے۔

جیسا کہ درج بالا الفاظ و افعال اور ان کے معنوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ معنوی تضاد کا نفی (negation) سے گہرا تعلق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی لفظ اپنے اندر دو ایسے معانی رکھتا ہے جو اس طرح باہم مربوط ہوتے ہیں کہ ایک معنی دوسرے کی نفی ہوتا ہے یا اس کے اُلٹ ہونے کا اشارہ دیتا ہے۔ یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ ہماری روزمرہ زبان کے ذخیرے میں ”اعتراض اٹھانا“، ”بکسنا“، ”اگلے“، ”بخت پھرنا“ اور ”آنکھوں میں چبھنا“ جیسے الفاظ و افعال اس انداز سے کارفرما ہوتے تو بہت امکان ہے کہ وہ معنوی تضادات یا اُلجھاؤ پیدا کر دیں۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ یہاں معنوی التباس کی منطقی غلطی کا خطرہ بہر طور موجود رہتا ہے، یعنی وہ صورت حال جہاں ایک ہی لفظ دو بالکل اُلٹ معنوں میں استعمال ہو رہا ہو۔ تاہم یہ بات بھی امر واقعی ہے کہ ان الفاظ کے معانی میں شدید تغیر (کہ معنی کا یکسر اُلٹ جانے) کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان الفاظ کا جو جی چاہے مطلب نکال لیا جائے یا لسانیات میں کوئی قاعدہ قانون ہی نہیں۔ کسی بھی لفظ، فعل یا مرکب کے ممکنہ معنوں کی حد مقرر ہوتی ہے اور ادراکی لسانیات (cognitive linguistics) کے زاویہ نظر سے ان معنوں کی بالکل ٹھیک وضاحت کی جاسکتی ہے۔

### صرفی متضاد الفاظ (Morphological Antonyms)

صرفی متضاد الفاظ ایک بنیادی لفظ (base word) کے ساتھ نفی کے سابقے لگا کر بنائے جاتے ہیں۔ ان کے درمیان پایا جانے والا تضاد لغوی (lexical) نہیں ہوتا بلکہ اشتقاقی (derivational) ہوتا ہے، جو صرفی عوامل کے ذریعے تخلیق پاتا ہے۔ اُردو زبان میں ایسے متضاد الفاظ ”لا“، ”بے“، ”نا“، ”ان“، ”غیر“، ”عدم“ اور ”بد“ وغیرہ لگانے سے بنتے ہیں اور نفی کا پہلو لیے ہوئے ہوتے ہیں۔ متضاد الفاظ بنانے کا یہ سب سے سہل طریقہ ہے، اس طریقے سے بننے والے متضاد الفاظ قواعدی اعتبار سے عمومی طور پر ”صفت“ کے زمرے میں آتے ہیں۔ ذیل میں نمونے کے چند الفاظ اور ان کے صرفی متضاد دیے گئے ہیں:

سابقہ	بنیادی (مثبت) لفظ	متضاد الفاظ (نفی کے ساتھ)
اُن	جان	انجان
اُن	مول	انمول
اُن	پڑھ	ان پڑھ
اُن	ہونی	انہونی
نا	لا اُنق	نالائِق

متضاد الفاظ (لفظی کے ساتھ)	بنیادی (ثبت) لفظ	سابقہ
ناممکن	ممکن	نا
ناسمجھ	سمجھ	نا
لا علاج	علاج	لا
لا علم	علم	لا
لا وارث	وارث	لا
لامحدود	محدود	لا
غیر حاضر	حاضر	غیر
غیر قانونی	قانونی	غیر
بے گناہ	گناہ	بے
بے شرم	شرم	بے
بے خوف	خوف	بے
بے یک ار	کار	بے
عدم اعتماد	اعتماد	عدم
بد نصیب	نصیب	بد
بد تمیز	تمیز	بد

اُردو زبان کی شعری روایت میں تضاد اور طباق کا تصور نیا نہیں ہے۔ کلاسیکی علم بدیع (Rhetoric) کی کتب میں اس موضوع پر مفصل بحثیں ملتی ہیں۔ بالخصوص سید عابد علی عابد (۱۹۰۶ء-۱۹۷۱ء) نے اپنی تصنیف البدیع<sup>۹۸</sup> میں تضاد اور طباق کی مختلف فنی صورتوں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ تاہم، یہاں یہ اصولی فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ علم بدیع میں تضاد و طباق کا مطالعہ خالصتاً ادبی، جمالیاتی اور تزئینی (Stylistic & Aesthetic) نقطہ نظر سے کیا جاتا ہے، جہاں مقصد کلام میں شعری حسن پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جدید لغوی معنیات (Lexical Semantics) میں متضاد الفاظ کا جائزہ ایک سائنسی نظام کے طور پر لیا جاتا ہے، جس کا مقصد یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ انسانی ذہن لغوی رشتوں اور تصوراتی خانوں کو کس طرح منظم کرتا ہے۔

متضاد الفاظ معنی کے مطالعے میں ایک مرکزی حیثیت رکھتے ہیں کیوں کہ اس مطالعے سے اس بات کی توضیح و تشریح ہو سکتی ہے کہ زبان کس طرح تصوراتی تضادات کو منظم کرتی ہے۔ ان کی مختلف اقسام جیسا کہ درجہ پذیر (gradable)، تکمیلی (complementary)، نسبتی (relational)، سمتی اور سیاق پر منحصر (context-dependent) انسانی فہم، لغت کی ساخت، اور ابلاغی حکمت عملیوں کے بارے میں گہری بصیرت فراہم کرتی ہیں۔

زیر نظر مضمون میں اردو متضاد الفاظ کا لسانیاتی، معنوی اور لغوی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اس تجزیے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تضاد معنی محض دو الفاظ کے درمیان محض معنوی اختلاف کا نام نہیں بلکہ یہ ایک پیچیدہ، کثیر الجہت اور منظم لسانی نظام ہے جو زبان، سیاق و سباق اور انسانی ذہنی تصورات کے باہمی تعامل سے تشکیل پاتا ہے۔ متضاد الفاظ کا مطالعہ اور تضاد معنی پر مسلسل تحقیق لسانیات، لغت سازی، کمپیوٹر کے استعمال، مصنوعی ذہانت اور تعلیم کے دیگر شعبوں میں گہرے، نہایت اہم اور دُور رس اثرات مرتب کر سکتی ہے۔ مزید برآں، ایک اہم علمی اصطلاح ”طباق ذاتی“ تجویز کی گئی ہے۔ اردو لسانیات میں اس سے قبل ایسے الفاظ کے لیے جن میں ایک ہی لفظ کے اندر دو متضاد معنی پائے جاتے ہیں، کوئی جامع اور متفقہ اصطلاح موجود نہ تھی۔ ”طباق ذاتی“ کی اصطلاح اردو کی بلاغیاتی روایت کے کلاسیکی تصورات یعنی طباق اور ذات سے اخذ کی گئی ہے، اس لیے یہ اردو زبان کی داخلی معنوی ساخت اور علمی مزاج سے ہم آہنگ ہے اور اردو لغات و متون سے اس کی متعدد مثالیں فراہم کی گئیں۔ تاہم اس موضوع پر تحقیق ابھی ابتدائی مراحل میں ہے اور اردو کے وسیع لسانی ذخیرے میں ایسی مزید مثالوں کی بازیافت ایک اہم تحقیقی ضرورت ہے۔

## حواشی و حوالہ جات

\* (پ: ۱۹۷۲ء) محقق، ماہر لسانیات، عالمگیر روڈ کامونکے، گوجرانوالہ۔ wasiullah.khokhar@gmail.com

۱۔ ریاض احمد شریف، لغات اضداد (بنگلور: شریف پبلشر، ۲۰۱۶ء)۔

۲۔ رفیق خاور، اردو تھیسارس (مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۹۳ء)۔

۳۔ ریاض احمد شریف، لغات اضداد (بنگلور: شریف پبلشر، ۲۰۱۶ء)۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ ایضاً۔

۶۔ ایضاً۔

۷۔ جان لائی اونز [John Lyons]، *Semantics* (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۷۷ء)، ۲۷۱۔

اصل متن:

The standard technical term for oppositeness of meaning between lexemes is antonymy.

۸۔ ہوزو انگلن [Hu Zhuanglin]، *Linguistics. A Course Book* (بیجنگ: بیجنگ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۱ء)، ۱۶۳۔

اصل متن:

Antonymy is the name for oppositeness relation.

۹۔ کروز [D. A. Cruse]، *Lexical Semantics* (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۸۶ء)، ۱۹۷۔

اصل متن:

Opposites possess a unique fascination, and exhibit properties which may appear paradoxical. Take, for instance, the simultaneous closeness, and distance from one another, of opposites. The meanings of a pair of opposites are felt intuitively to be maximally separated. Indeed, there is a widespread idea that the power of uniting or reconciling opposites is a magical one.

۱۰۔ اس حوالے سے راقم کا مضمون دیکھیے:

وصی اللہ کھوکھر، ”اردو مترادفات کا لسانی، معنوی اور اسلوبی تجزیہ“، مشمولہ اردو، شمارہ ۱۰۱، جلد ۲ (کراچی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۲۵ء)، ۲۱۱-۲۳۳۔

تاریخ ملاحظہ: ۲ جون ۲۰۲۶ء <https://urdu.atup.org.pk/website/journal/article/6953bd6053963/page>

۱۱۔ کنفرانس کا ترجمہ لسانیات کی انگریزی سے اردو فرہنگوں میں ”متخالف“ اور ”تضاد“ کیا گیا لیکن لسانیات میں اس اصلاح کے جو معنی لیے جاتے ہیں یہ تراجم معنوی طور پر حق ادا نہیں کرتے اسی لیے میں نے اسے انگریزی میں ہی رہنے دیا ہے۔

۱۲۔ جسٹسن [John Justeson]، کیٹز [Slava M. Katz]، ”Redefining Antonymy: The Textual Structure of a Semantic Relation“، مشمولہ *Literary and Linguistic Computing*، شمارہ ۷، جلد ۳ (لندن: اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۱ء)، ۸۴-۱۷۶۔

[https://www.researchgate.net/publication/250900017\\_Redefining\\_Antonymy\\_The\\_Textual\\_Structure\\_of\\_a\\_Semantic\\_Relation](https://www.researchgate.net/publication/250900017_Redefining_Antonymy_The_Textual_Structure_of_a_Semantic_Relation)

تاریخ ملاحظہ: ۱۸ جون ۲۰۲۶ء

اصل متن:

specific to words rather than concepts.

۱۳۔ ڈیوڈ کرسٹل [David Crystal]، *A Dictionary of Linguistics and Phonetics* (اوکسفورڈ: بلیک ویل، ۱۹۸۵ء)، ۲۰۰۔

اصل متن:

in its most general sense, it refers collectively to all types of semantic oppositeness.

۱۴۔ جنٹری لچ [Geoffrey Leech]، *Semantics*، اشاعت دوم (ہارمنڈزور تھ: پیگنوں بکس، ۱۹۸۱ء)، ۹۲۔  
اصل متن:

word of opposite meaning.

۱۵۔ تھامس پائلز [Thomas Pyles]، جان ایلیو [John Algeo]، *English: An Introduction to Language*، (نیویارک: ہارکورت بریس اینڈ ورلڈ، ۱۹۷۰ء)، ۲۲۳۔  
اصل متن:

word of opposite sense.

۱۶۔ سی۔ جے سمٹھ [C. J. Smith]، *Synonyms and Antonyms*، (لندن: جارج نیل اینڈ سنز، ۱۸۷۹ء)، Preface۔  
اصل متن:

those which negative one or more such ideas he has called Antonyms.

۱۷۔ ریاض احمد شریف، لغات اضداد (بنگلور: شریف پبلشر، ۲۰۱۶)۔

۱۸۔ ایضاً۔

۱۹۔ ایضاً۔

۲۰۔ ایضاً۔

۲۱۔ جیک رچرڈ [Jack Richard]، جان پلاٹ [John Platt]، ہیڈی ویبر [Heidi Weber]، *Longman Dictionary of Applied Linguistics*، (۲۰۱۰ء)، ۲۷۔

اصل متن:

a word which is opposite in meaning to another word.

۲۲۔ روز فرانسس ایگن [Rose Frances Egan]، *Webster New International Dictionary*، (۱۹۳۲ء)، xxv-vii۔  
اصل متن:

An antonym is a word so opposed in meaning to another word; it's equal in breadth or range of application, that is, negates or nullifies every single one of its implications". This definition shows clearly what makes two words be antonyms. The antonym pairs are equal in breadth or range of application but opposed in meaning. And the words which contrast in meaning may not be antonyms because they may be different in their breadth or range of application. Therefore, we can draw a conclusion that Egan's definition of antonymy may be fitter or easier to be employed into the actual cases than the theories and definitions of antonymy that have been referred to above.

۲۳۔ ریاض احمد شریف، لغات اضداد (بنگلور: شریف پبلشر، ۲۰۱۶)۔

۲۴۔ ایضاً۔

۲۵۔ ایضاً۔

۲۶۔ ایضاً۔

۲۷۔ ایضاً۔

۲۸۔ ایضاً۔

۲۹۔ ایضاً۔

۳۰۔ ٹاک درید [Jacques Derrida]، *Writing and Difference*، مترجم: ایلن باس [Alan Bass] (لندن / نیویارک: رٹلیج، ۱۹۷۸ء)، ۳-۳۰۔

۳۱۔ روز فرانسس ایگن [Rose Frances Egan]، *Webster New Internation Dictionary* (۱۹۳۲ء)، vii-xxxv۔

۳۲۔ ریاض احمد شریف، لغات اضداد (بنگلور: شریف پبلشر، ۲۰۱۶)۔

۳۳۔ ایضاً۔

۳۴۔ ایضاً۔

۳۵۔ ایضاً۔

۳۶۔ ایضاً۔

۳۷۔ دیکھیے:

تاریخ ملاحظہ: ۸ مارچ، ۲۰۲۶ء۔

<http://rinkworks.com/words/contronyms.shtml>

تاریخ ملاحظہ: ۸ مارچ، ۲۰۲۶ء۔

<http://de.wikipedia.org/wiki/Antagonym>

تاریخ ملاحظہ: ۸ مارچ، ۲۰۲۶ء۔

<https://people.sc.fsu.edu/~jburkardt/fun/wordplay/autoanto.html>

تاریخ ملاحظہ: ۸ مارچ، ۲۰۲۶ء۔

<http://www.wortherkunft.de/>

۳۸۔ جابر علی، سید، لسانی و عروضی مقالات (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء)، ۲۷۔

۳۹۔ ایضاً،

۴۰۔ ایضاً،

۴۱۔ محمد اقبال سلمان، اُردو ناہمہ، شمارہ ۱۳، اکتوبر تا دسمبر (کراچی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۶۳ء)، ۵۳۔

۴۲۔ ایضاً،

۴۳۔ ریاض احمد شریف، لغات اضداد (بنگلور: شریف پبلشر، ۲۰۱۶)۔

۴۴۔ فرہنگ اصطلاحات (انگریزی-اردو) لسانیات (نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۸۷ء)۔

۴۵۔ الہی بخش اختر اعوان، کشاف اصطلاحات لسانیات (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء)۔

۴۶۔ فرہنگ اصطلاحات (انگریزی-اردو) لسانیات (نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۸۷ء)۔

۴۷۔ الہی بخش اختر اعوان، کشاف اصطلاحات لسانیات (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء)۔

۴۸۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب (نئی دہلی: انٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۶ء)، ۱۸۲۔

۴۹۔ کولنز کوبیلڈ [Collins Cobuild]، *Advanced Learner's English Dictionary* (۲۰۰۶ء)۔

۵۰۔ *Webster's Encyclopedic Unabridged Dictionary of the English Language*، ڈیککس ایڈیشن (۱۹۷۰ء)، (نیویارک:

ریڈمز ہاؤس ۱۷۴۵ براڈوے، ۲۰۰۱ء)۔

۵۱۔ لیسلی براؤن [Lesley Brown]، *The New Oxford Shorter English Dictionary*، جلد اول (اوسفرڈ: کلارنڈم پریس، ۱۹۹۱ء)۔

۵۲۔ جمیل جالبی، قومی انگریزی اُردو لغت (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۸ء)۔

۵۳۔ دیکھیے: <https://www.oed.com/search/dictionary/?scope=Entries&q=contronym>

اصل متن:

A word with two opposite or contradictory meaning.

۵۴۔ دیکھیے: <https://www.merriam-webster.com/dictionary/contronym>

اصل متن:

A word with two opposite or contradictory meaning.

۵۵۔ انگریزی اصطلاحات کے بیشتر ترمے فرہنگ اصطلاحات لسانیات (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۷ء) اور کشف اصطلاحات لسانیات از الہی بخش اختر اعوان (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء) سے لیے گئے ہیں۔

۵۶۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد پانزویں، (کراچی: اردو لغت بورڈ، ترقی اردو بورڈ ۱۹۹۳ء)۔

۵۷۔ ایضاً،

۵۸۔ کرمان [Burcu I. Karaman]، "On Contronym"، مشمولہ *International Journal of Lexicography*، شمارہ ۲۱، جلد ۲ (اؤکسفورڈ:

اؤکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۸ء)، ۱۷۳-۱۹۲۔

اصل متن:

Contronymy is a form of polysemy that can be defined as sense opposition at the micro-level. This occurs when a minimum of two senses of a polysemous lexical item contradict each other.

۵۹۔ ایضاً، ۱۸۳-۱۸۵۔

اصل متن:

The polysemy based on reversivity, defined here, however, intuitively, is apparent and is based on the idea of a process that has two directions, and spans two opposite terminal states.

۶۰۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، (کراچی: اردو لغت بورڈ، ترقی اردو بورڈ، ۲۰۱۳ء)۔

۶۱۔ ایضاً،

۶۲۔ کرمان [Burcu I. Karaman]، "On Contronym"، مشمولہ *International Journal of Lexicography*، شمارہ ۲۱، جلد ۲، ۱۷۸۔

اصل متن:

terms which denote classes sharing no members. This lexical element can be used regarding things that have opposite functions". The lexeme 'screen' can therefore reference an object that allows a certain observer to see a particular phenomenon.

۶۳۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد دوم، (کراچی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۷۹ء)۔

۶۴۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد دوم۔

شیخ ظہور الدین حاتم، دیوان زادہ، مرتب: مولوی عبدالحق (نئی دہلی: نیشنل مشن فار مینوسکرپٹس، ۲۰۱۱ء)، ۳۰۱۔

۶۵۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد دوم۔

میر تقی میر، کلیات میر (کمل چھ دیوان)، جلد اول، مرتب: ظل عباس عباسی (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۳ء)، ۲۶۸ء۔

۶۶۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد دوم۔

چخود موہانی، کلیات بیخود (کھنڈو: ۱۹۴۲ء)، ۳۱۔

۶۷۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد دوم۔

۶۸۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد دوم۔

میر حسن، سحر البیان (کھنڈو، اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۹۵ء)، ۱۰۴۔

- ۶۹۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد دوم۔
- ۷۰۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، (کراچی: اُردو لغت بورڈ، ترقی اُردو بورڈ، ۲۰۱۳ء)۔
- ۷۱۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول  
میر حسن، دیوان میر حسن (کھنڈو: مطبع مثنی نول کشور، س۔ن۔)، ۱۳۳۔
- ۷۲۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول۔
- ۷۳۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول۔
- ۷۴۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول۔  
شائق دہلوی، کلیات شایق (حیدرآباد، دکن: مکتب المطابع، ۱۳۳۳ھ)، ۱۰۲۔
- ۷۵۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم۔
- ۷۶۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم۔  
شیخ ناسخ، کلیات ناسخ، جلد اول، مرتب: یونس جاوید (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷ء)، ۳۳۰۔
- ۷۷۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم۔
- ۷۸۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم۔  
مرزا چھو بیگ عاشق، مثنوی نیرنگ خیال، مرتب: سید فضل الحسن حسرت موہانی (کراچی: رئیس المطابع، ۱۹۳۳ء)، ۱۔
- ۷۹۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم۔  
میر تقی میر، کلیات میر (کمل چھ دیوان)، جلد اول، مرتب: گل عباس عباسی، ۵۱۳۔
- ۸۰۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم۔
- ۸۱۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم۔  
میر تقی میر، کلیات میر، دیوان اول، جلد اول، مرتب: گل علی خاں فائق (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۶ء)، ۲۰۹۔
- ۸۲۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم۔  
مومن خان مومن، کلیات مومن، جلد اول (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء)، ۱۹۳۔
- ۸۳۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم۔  
غلام ہدائی مصحفی، کلیات مصحفی، جلد اول، بہ نقیج: ثار احمد فاروقی (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۲ء)، ۳۲۷۔
- ۸۴۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد دوم۔
- ۸۵۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد دوم۔  
رتھی بیجا پوری، خاور نامہ، مرتب: چاند ابن حسین شیخ احمد نگری (کراچی: ترقی اُردو بورڈ، ۱۹۶۸ء)۔
- ۸۶۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد دوم۔  
مظفر علی اسیر، دیوان اسیر (کھنڈو: مطبع نول کشور، س۔ن۔)، ۶۔
- ۸۷۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد دوم۔
- ۸۸۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد دوم۔

- ۸۹۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، (کراچی: اُردو لغت بورڈ، ترقی اُردو بورڈ، ۲۰۱۳ء)۔
- ۹۰۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول۔  
امداد علی بحر، ریاض البحر (لکھنؤ: مطبع مصطفائی، ۱۲۱۸۳۷ء)، ۱۵۸۔
- ۹۱۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول۔
- ۹۲۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول۔
- ۹۳۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول۔
- ۹۴۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول۔
- ۹۵۔ مولوی سیمان بخش، محاورات ہند (دہلی: مطبع چٹھائی، ۱۹۱۳ء)، ۱۰۳۔
- ۹۶۔ مولوی سیمان بخش، محاورات ہند، ۱۰۳۔
- ۹۷۔ خالد حسن قادری، الفاظ کا طلسم، تدوین و تشریح: رؤف پارکیر (کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۲ء)، ۵۰۔
- ۹۸۔ سید عابد علی عابد، البدیع (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۵ء)۔

## Bibliography

- Akhtar, Elāhī Bakhsh Awān, *Kashshāf Istalāhāt-e-Lisānyāt*. Islamabad: National Language Authority, 1995.
- Broughton, Vanda. *Essential Thesaurus Construction*. Facet Publications, 1st edition June 18, 2006.
- Brown, Lesley. *The New Oxford Shorter English Dictionary*, Volume 1. CLARENDON PRESS OXFORD, 1991.
- Collins Cobuild *Advanced Learner's English Dictionary*. Glasgow: Harper Collison's Publishers, 2006.
- Cruse, D. A. *Lexical Semantics*, Cambridge: Cambridge University Press, Melbourne Sydney, 1987.
- Dehlvi, Sayyid Ahmad, *Farhang-e-Āsfiya*. Vol 4. Lahore, Rafah-e-Ā'm Press: 1901.
- Egan, Rose Frances. *Webster New International Dictionary*. 1942.
- Fernald, James C. *Synonyms, Antonyms, and Prepositions of the English Language*. New York: Funk & Wagnalls Company, London and Toronto, 1896.
- Ghālib, Mirzā Asad Ullāh, *Dewān-e-Ghālib*, New Delhi: Ghalib Institute, Aewān-e- Ghālib Mārgh, 1986.
- Hüllen, Werner. *A History of Roget's Thesaurus: Origins, Development, and Design*. Oxford University Press, 1st edition, January 2004.
- Iqbāl, Kuliyyāt -e-Iqbāl. Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 2000.
- Jālbi, Jameel, *Qaumī Angrezī Urdū Lūghat*. Islamabad: National Language Authority, 2008.
- Kahn, John Ellison and Ilson, Robert. *Illustrated Reverse Dictionary: Find the Words on the Tip of Your Tongue*. New York: The Reader's Digest Association, 1st Edition (Presumed), January 1, 1990.
- Kahn, John Ellison and Ilson, Robert. *Reader's Digest Reverse Dictionary; How to Find the Words on the Tip of Your Tongue*. France: Reader's Digest Association Limited, 1989.
- Khān, Amir Ali. *Farhang-e-Istalāh-e-lisānyāt*, (Dictionary of Linguistic Terms) Islamabad: National Language Authority, 2010.
- Khān, Masood Husain. Nārāg, Gpoī Chand. Khān, Abdul Alīm. Dalvī, Abdus Sattār, Sidīqqī, Atīq Ahmad. Jain, Gian Chand. Anjum, Khāleeq, *Farhang-e-Istalāh-e-lisānyāt*, Taraqqi-e-Urdū bureau, New Delhi, 1987.
- Khāwar, Rafīque. *Urdū Thesaurus*. Islamabad: National Language Authority, 1994.
- Leech, Geoffrey. *Semantics* (2nd edition). Harmondsworth: Penguin Books, 1981.
- Lyons, John. *Semantics*. Cambridge: Cambridge University Press, page: 271, 1977.
- Molvī, Subhān Bakhsh. *Muhāwrāt-e-Hind*. Delhi: Matba' Muftabai, 1913.
- Murphy, M. Lynne, *Lexical Meaning*, Cambridge University Press, 2010.
- , *Semantic Relations and the Lexicon Antonymy, Synonymy and other Paradigms*, Cambridge University Press, New York, 2003.
- Pyles, Thomas & Algeo, John. *English: An Introduction to Language*. New York: Harcourt, Brace and World. 1970.
- Qādri, Dr, Khālid Hasan, *Alfāz kā talism*, Edited by Dr. Rauf Pāraikh, Karāchi, City book Point, 2022.
- Richards, Platt and Weber. *Longman Dictionary of Applied Linguistics*, 2010.
- Sayyid, Jābir Ali, *Lisānī-o-Ūrūzi Makālāt*. Islamabad: Muqtadra Qaumi Zaban, 1989.

- Sharīf, Riaz Ahmad *Lughāt-e-Azdād*. Benglore: Shareef Publishers, 2016.
- Siddiqī, Abul Lais. *Urdū Lughat Tārīkhī Usūl Par*. Vol: 1, Karachi: Urdu Lughat Board (Taraqqī-e-Urdu board), 2013.
- Siddiqī, Abul Lais. *Urdū Lughat Tārīkhī Usūl Par*. Vol: 2, Karachi: Urdu Lughat Board (Taraqqī-e-Urdu board), 1979.
- Smith, C. J. *Synonyms and Antonyms*. London: Bell & Daldy, 6, York Street, Covent Garden, and 186, Fleet Street. 1867.
- Smith, C. J. *Synonyms and Antonyms*. London: George Bell And Sons, York Street, Covent Garden. 1879.
- Urdū Nāma, Shumāra*: 14, October to December, Karachi: Taraqqī-e-Urdu board, 1963.
- Webster's Encyclopedic Unabridged Dictionary of Language*. New York: Random house, Inc., 2001.
- Zhuanglin, Hu. *Linguistics. A Course Book*. Beijing: Beijing University Press, 2001.